دی تھی۔ یہ ہے بین الاقوامی سازش کا آلۂ داخلہ جس نے ہماری ملکی اقدار اور قومی وقار کا منہ چڑایا ہے۔ کیا کوئی ادارہ اتنا طاقتور ہے کہ ان قوم فروش سازشیوں کا راستہ روک لے۔ حکومتوں کو کمزور کرنے اور ملکی خارجہ پالیسیوں کو رسوا کرنے کے ذمہ داروں کے گلے میں پھندہ ڈالنے والے کون سے ادارے ہیں؟ ۱۷ کروڑ عوام کو مبتلائے عذاب کرنے والوں پر عبرت کے تازیانے کون برسائے گا۔ افسوس ناک مرحلہ تو یہ ہے کہ مشرف اور اس کے حلقہ بگوشوں نے دین و وطن کی رسوائی کا خوب سامان کیا، اب بھرا میلہ اجاڑا۔

ایک امریکی اہلکار کے فون پر وطن فروشی کا اہتمام کیا اور پھر سنگھاسن ڈولتا دیکھ کر دیارِ فرنگ میں پناہ لی اور اب نجانے کس امید پر پاکستانی سیاست کے اکھاڑے میں اتر رہے ہیں۔ جناب مشرف اپنی ذات کو مستقبل کا ایک سیاسی رہنما تصور کرتے ہیں لیکن ان کا طرزِ تکلم بہت ہی عامیانہ بلکہ سوقیانہ ہے جو نہایت ہی قابلِ تعجب اور صدماتی ہے۔ اگر ماضی میں ان سے اچھے کام نہیں ہو سکے تو کم از کم بات تو اچھے طریقے سے کریں۔

آخر میں ملک بھر کی سیاسی اور مذہبی قیادتوں سے نہایت دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ مسٹر طارق عزیز کی ریشہ دوانیوں کو معمول کی بات نہ سمجھیں ورنہ کشمیر کا فیصلہ اس انداز سے کر دیا جائے گا کہ پاکستانی عوام کا پانی بھی بند ہوگا اور مذہبی طور پر سانس بھی بند کر دیا جائے گا اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دیے جانے والے فیصلے کا منہ چڑایا جائے گا۔

سورج سر پر آن کھڑا ہے
تم تو اب تک سوئے ہو

بلا تبصرہ

سنی اتحاد کونسل کا کنونشن سیاسی رنگ اختیار کر گیا، نمازِ ظہر کا وقفہ بھی نہ ہوا، کھانے کی تقسیم کے دوران چھینا جھپٹی

اسلام آباد (رانا غلام قادر) سنی اتحاد کونسل کے زیرِ اہتمام جناح کنونشن سنٹر اسلام آباد میں ہونے والا کنونشن سیاسی رنگ اختیار کر گیا۔ ☆ کنونشن کی کاروائی ساڑھے گیارہ بجے شروع ہو کر شام ۴ بجے تک جاری رہی۔ ☆ شرکاء نے نمازِ ظہر کا وقفہ نہیں کیا البتہ بعض شرکاء کی جانب سے یہ تقاضا کیا گیا کہ نمازِ ظہر کے لیے وقفہ کیا جائے تاہم اس وقت دلچسپ صورتحال پیدا ہوگئی جب ایک شخص نے سٹیج انتظامیہ کی اجازت کے بغیر لاؤڈ سپیکر پر اذان کی ادائیگی شروع کر دی تاہم اذان کے باوجود نماز کا وقفہ نہیں کیا گیا اور مؤقف اختیار کیا گیا کہ سفر میں ظہر اور عصر کو اکٹھے ادا کرنے کی اجازت ہے۔ ☆ مدارس کے طلبہ نے رضا کاروں کی ایک تنظیم بنا کر سکیورٹی کے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے۔ ☆ کنونشن سنٹر کا ہال اور گیلریاں کھچا کچھ بھری ہوئی تھیں۔ ☆ کنونشن میں ایک خاتون بھی شریک ہوگئیں اور کافی دیر تقاریر سننے کے بعد ہال سے گئیں۔ ☆ پیر افضل قادری نے صاحبزادہ فضل کریم کی قیادت پر اتفاق رائے کے لیے ہاتھ کھڑے کرائے اور کہا کہ ہم سب ان کی بیعت کرتے ہیں۔ ☆ کھانا تقسیم ہوا تو چھینا جھپٹی شروع ہوگئی اور شرکاء نے کھانا کھا کر دور دور تک خالی لنچ بکس پھینک دیے۔ (روزنامہ ''جنگ'' ملتان، ۱۸؍ اکتوبر ۲۰۱۰ء صفحہ ۱۲)

”نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں“

پروفیسر خالد شبیر احمد*

غالب کے اس مصرع میں تو پھر بھی باگ اور رکاب کا ذکر موجود ہے۔لیکن ہمارے ملک کے اربابِ اختیار، اقتدار کے جس گھوڑے پر سوار ہیں وہاں تو نہ کہیں باگ موجود ہے نہ رکاب، اقتدار کا یہ گھوڑا سرکش بھی ہے اور مخمور و مدہوش بھی۔ظاہر ہے کہ ایسے گھوڑے پر سوار ”منزلِ مقصود تک کیسے پہنچ پائیں گے؟“ اور اگر منزلِ مقصود سرے سے کوئی ہو ہی نہ، تو معاملہ اور بھی سنگین اور ہولناک ہو جاتا ہے اور کہنا پڑتا ہے ”انا للہ وانا الیہ راجعون۔“ تفصیل اس تمہید کی درج ذیل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

افغانستان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں ریلوے کا کوئی نظام نہیں لیکن کابینہ میں ریلوے کا وزیر ضرور ہوتا ہے یہ بات شاید کسی ذہن کی اختراع ہو اس کا تو امکان موجود ہے لیکن ہمارے ملک کے اندر ایسا ہی ہے۔ ہمارے ہاں نہ تو کوئی قانون ہے اور نہ ہی قانون نافذ کرنے والے ادارے، البتہ وزیر قانون ہیں اور ایسے ہیں کہ پٹھے پر ہاتھ نہیں دھرنے دیتے۔ للکارتے بھی ہیں اور دندناتے بھی ہیں۔ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں زمین پر نہیں وہ ہمیشہ فضا میں اڑتے نظر آتے ہیں۔انھیں ملک کی لاقانونیت تو نظر نہیں آتی لیکن دوسروں کے عیب بہت نظر آتے ہیں۔خاص طور پر انھیں عدلیہ کی آزادی تو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔عدلیہ کا نام سنتے ہی ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے، نتھنے پھول جاتے ہیں اور آنکھوں سے غصہ جھلکنے لگتا ہے۔لیکن کمال یہ ہے کہ اس کے باوجود لبوں پر مسکراہٹ سی پھیل جاتی ہے۔یعنی وزیر قانون صاحب کو یہ کمال حاصل ہے کہ وہ غصے کی بات مسکرا کر کرتے ہیں اور دیکھنے والے ان کے غصے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ ان کی مسکراہٹ کے اسیر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ان کی مسکراہٹ کے اسیروں میں بڑے بڑے نام ہیں۔فوزیہ عبدالوہاب (جو ماشاء اللہ ترقی کرتے کرتے فوزیہ عبدالوہاب سے فوزیہ وہاب ہوگئیں ہیں جس سے ان کے دینی شعور کا پتہ چلتا ہے) سے لے کر صدرِ ریاست تک ان کی مسکراہٹ کے اسیروں میں شامل ہیں۔ بلکہ ہمارے صدرِ ریاست تو ان کی مسکراہٹ پر قربان ہو ہو جاتے ہیں اور ان پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔یہی بات وزیر قانون کی حوصلہ افزائی کا باعث ہے اسی لیے تو وہ بڑی فضول بات کو بھی بڑے اعتماد کے ساتھ کرتے ہیں اور اب تو انھوں نے لاکھوں دے کر وکلاء کو بھی فتح کر لیا ہے اور وکلا ان کے بھرّے میں آکر عدلیہ پر حملہ آور ہیں۔تاکہ سپریم کورٹ میں زیرِ نظر مقدمات میں فیصلے سوچ سمجھ کر کیے جائیں۔ورنہ جو کچھ لاہور میں ہوا ہے اسلام آباد میں بھی ہو سکتا ہے۔

* مرکزی نائب امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

یہی وجہ ہے کہ وزیرِ موصوف زمین پر نہیں آسمان پر رہتے ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شعر پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ ''گر قبول افتدز ہے عزوشرف''

اونچا اڑو تو دوستو یہ بھی رہے خیال
پستی بھی ساتھ ساتھ ہے ان رفعتوں کے ساتھ

بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ دنیا میں یہ اعزاز بھی ہمارے ملک کو ہی حاصل ہے کہ یہاں بجلی کا کہیں نام ونشان تک نہیں مگر بجلی کے وزیر موجود ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جب سے بجلی غائب ہوئی ہے وہ بھی پردہ نشیں ہو گئے ہیں۔ اقتدار میں آنے سے پہلے ٹی وی پر انھیں اکثر دیکھا کرتے تھے۔ عوام کی خدمت کا جذبہ ان کی تقریروں میں وافر موجود ہوتا۔ آمریت پر تابڑ توڑ حملے کرتے۔ ان کی تقریریں ایک سماں باندھ دیتی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ قوم کا غم انھیں کھائے جا رہا ہے۔ لیکن اب اقتدار میں آنے کے بعد نظروں سے یوں اوجھل ہوئے ہیں کہ دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہیں۔ بجلی کی طرح وزیر بجلی بھی عوام کی نظروں سے اوجھل ہی رہتے ہیں کہ عافیت اسی میں ہے اور ہم ان کے دیدار کو جب ترستے ہیں تو غالب کے یہ شعر پڑھ کر گزارا کر لیتے ہیں۔

دل کو نیازِ حسرتِ دیدار کر چکے　　دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں
ملنا تیرا اگر نہیں آساں تو سہل ہے　　دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

اور یہی حال وزیرِ خوراک کا ہے۔ وزیر تو موجود ہے ملک میں خوراک نہیں۔ خوراک اب کھانے کی نہیں صرف دیکھنے کی چیز ہے۔ مہنگائی نے وہ رنگ جمایا ہے کہ زندگی بے رنگ ہو کے رہ گئی ہے۔ چینی غائب، گوشت ندارد، آٹا عنقا، دال کا نام سنتے ہی وہ مثل یاد آ جاتی ہے ''یہ منہ اور مسور کی دال'' کھانے کے لیے غم رہ گئے ہیں اور پینے کے لیے پانی تک نہیں۔ صرف آنکھوں کے آنسو ہی کام آتے ہیں۔

ہمارے ملک کے وزیرِ داخلہ بھی ایک ایسی شخصیت ہیں جنھیں ایک ادارہ بھی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ مگر ان کے اوسان پر ہر وقت طالبان ہی سوار رہتے ہیں۔ انھیں پاکستان میں ''بلیک واٹر'' نامی تنظیم نظر نہیں آتی۔ اسمبلی میں بھی وہ یہی ارشاد فرما چکے ہیں کہ ہمارے ملک میں ''بلیک واٹر'' نام کی کوئی تنظیم نہیں ہے حالانکہ اس تنظیم پر اب تو مارکیٹ میں کتابیں بھی آ چکی ہیں اور میری اطلاع کے مطابق ایک کتاب اسمبلی میں پیش بھی کی جا چکی ہے۔ اس کے باوجود وزیرِ داخلہ ''نہیں ہے، نہیں ہے'' کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ جب بھی خودکش حملہ ہوتا ہے۔ وزارت داخلہ سے اعلان ہوتا ہے کہ طالبان کے خلاف جنگ جاری رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ یہ جنگ کب تک جاری رہے گی؟ وزیرِ داخلہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسرائیل اور امریکہ کی امداد کے بل بوتے پر طالبان کو شکست دینے کی قدرت رکھتے ہیں؟ امریکہ اور نیٹو تو طالبان سے مذاکرات کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ امریکہ افغانستان سے واپسی کا محفوظ اور باعزت راستہ تلاشتا پھرتا ہے مگر اسے کچھ سجھائی

نہیں دیتا۔ ادھر آپ کوئلوں کی دلاّلی میں منہ کالا کر رہے ہیں۔ پاکستان کا امن تباہ ہوگیا ہے۔ عام شہری کی زندگی بھی غیر محفوظ ہوگئی ہے۔ قیامِ امن وزارتِ داخلہ کی ذمہ داری ہے جس میں وہ سو فیصد ناکام ہے۔ آخر امن کیسے قائم ہوگا؟

لوگ کہتے ہیں کہ امریکہ بہادر کا بدمعاش اسرائیل ہے اور امریکہ نے دنیا میں اپنی چودھراہٹ برقرار رکھنے کے لیے اسرائیل سے کام لیا ہے۔ میرا مؤقف یہ ہے کہ امریکہ اسرائیل کا ایجنٹ ہے اور جو کچھ امریکہ دنیائے اسلام کے خلاف کرتا ہے وہ اسرائیل کی ہدایت پر کرتا ہے۔ اسرائیل نہیں چاہتا کہ پاکستان جو ایک ایٹمی قوت بھی ہے یہاں پر امن قائم ہو یا پھر کوئی ایسی تحریک نشو ونما پائے جو اسلام کی حکمرانی کا باعث بنے۔ کیونکہ اسلام کی حکمرانی پاکستان یا دنیا کے کسی بھی ملک میں اسرائیل اور اسرائیل نواز ملکوں جن میں امریکہ سرفہرست ہے کے لیے موت کے مترادف ہے۔ ثبوت کے طور پر افغانستان میں اسلامی حکومت کی تباہی و بربادی بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔

میرے اس مؤقف کی تائید میں سابق وزیر داخلہ جناب فیصل حیات کا وہ انٹرویو پیش کیا جاسکتا ہے جو انھوں نے پچھلے ماہ ARY کے چینل سے معروف اینکر جناب کاشف عباسی کو دیا۔ انٹرویو میں سابق وزیر داخلہ نے بڑے اعتماد کے ساتھ اس بات کا انکشاف کیا کہ:

> ''جنرل پرویز کے دور میں دو متوازی حکومتیں کام کر رہی تھیں بظاہر اس حکومت کی سربراہی تو جنرل پرویز کے ہاتھ میں تھی لیکن حقیقت میں اصل حکومت کے سربراہ (بدنام زمانہ قادیانی جنرل اور جنرل پرویز مشرف کے معتمد خاص) طارق عزیز تھے۔ اس دور میں صرف عافیہ صدیقی کا معاملہ ہی نہیں بلکہ ایسے کئی دوسرے معاملات ہیں جن کا ہم وزیروں کے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ وہ کیسے اور کیونکر ہوئے اور کن کی ایماء پر ہوئے۔''

فیصل صالح حیات کا یہ انٹرویو اس سوال کے جواب میں تھا جو جناب کاشف عباسی صاحب نے ان سے پوچھا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی جنوری ۲۰۰۳ء میں پاکستان سے اغوا ہوئی اور اس وقت آپ پاکستان کے وزیر داخلہ تھے۔ آپ سے بہتر اور آپ کے علاوہ کوئی دوسری موزوں شخصیت نہیں ہے جن سے عافیہ صدیقی کے بارے میں یہ پوچھا جائے کہ وہ کیوں، کن کے اشارے پر، کس طرح اغواء ہوئی کیونکہ آپ اس وقت ملک کے وزیر داخلہ تھے۔

اس حیران کن انکشاف سے اس حقیقت کا تو پتہ چلتا ہے کہ قادیانیوں کا مردود و مرتاب گروہ پاکستان کی ہر حکومت میں ملک کی سلامتی کو تباہ و برباد کرنے اور اسے ہر لحاظ سے کمزور بنانے کے لیے ہر حربہ بروئے کار لاتا ہے۔ سر ظفر اللہ کا بطور وزیر خارجہ اور سقوط ڈھاکہ میں جنرل یحییٰ کے ساتھ مل کر ایم۔ایم احمد قادیانی کا کردار اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ پھر یہ بات بھی اپنی جگہ واضح ہے کہ قادیانیوں کا بنیادی تعلق اسرائیل کے ساتھ ہے اور امریکہ کے ساتھ ان کا جو بھی تعلق ہے وہ بذریعہ اسرائیل ہی ہے۔ جہاں ان کا ایک مضبوط و مستحکم مرکز قیام پاکستان سے پہلے ہی قائم تھا اور اب بھی قائم ہے۔ ایسے حالات میں طارق عزیز کی پاکستان کے اندر متوازی حکومت کی سربراہی کا یہ انکشاف کتنی تشویشناک صورتِ

حال کا پتہ دیتی ہے اس کی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

یہ بات تو انکشاف تک تھی جو قارئین کے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ میرے خیال میں آج بھی پاکستان میں دو متوازی حکومتیں کام کر رہی ہیں اور پرویزی دور میں جو کردار طارق عزیز قادیانی کے سپرد تھا اب وہی کردار ہمارے وزیر داخلہ کے سپرد ہے۔ اور ہمارے وزیراعظم جناب یوسف رضا صاحب کی بھی وہی حیثیت ہے جو پرویزی دور میں شوکت عزیز یا پھران سے پہلے جناب جمالی اور شجاعت حسین کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے وزیراعظم صدر ریاست کے درِ اقدس پر اسی طرح سجدہ ریز ہیں جس طرح وہ اٹھارہویں ترمیم کے منظور ہونے سے پہلے تھے اور اٹھاہوریں ترمیم کا آئینی ٹیکہ ان کے اعصاب اور ان کی فکر و نظر میں کوئی بھی تبدیلی لانے سے قاصر ہے کہ صدر صاحب خود امریکہ اور اسرائیل کے حکم کے سامنے سربسجود ہیں۔ حالات یونہی تو نہیں خراب ہو رہے ہے۔

صدر مملکت کا وہ بیان خاص طور پر اس حوالے سے اہمیت رکھتا ہے جو آپ نے چند ماہ پہلے امریکہ میں امریکی صدر کو خوش کرنے کے لیے دیا تھا کہ ''ڈرون حملوں سے آپ کو کوئی تشویش ہوگی ہمیں تو ہرگز کوئی تشویش نہیں۔''

صورتِ حال یہ ہے کہ عوام کو دھوکا دینے کے لیے وہ سب کچھ موجود ہے۔ انتخاب، پارلیمنٹ، وزیراعظم، کابینہ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اختیار کچن کابینہ اور اس کے بھی اوپر صدر مملکت اور موجودہ وزیر داخلہ کے پاس ہے جو اسرائیلی لابی اور امریکن لابی کی ہدایت کے مطابق ہر حکم نافذ کر رہے ہیں۔ صدر صاحب کا یہ بیان کہ میں وزیر داخلہ کے مقدمات میں ان کی سزائیں معاف کر چکا ہوں اور اب ان کے خلاف ملک کی کسی بھی عدالت میں کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔ اس بات کی دلیل ہے۔ یہ ہے وہ صورت حال جس کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے۔

زد میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

یہی سبب ہے کہ پاک سرزمین جو دین اسلام کے احیاء کے لیے معرض وجود میں آئی، اسرائیلی اور امریکن مداخلت کی وجہ سے مسلمانوں کی رسوائی کا نشان بن کے رہ گئی ہے۔ اور یہ سارے بحران جو ہمارے لیے سوہانِ روح بنے ہوئے ہیں اس کی وجہ بھی خود اپنوں کے ذریعے دشمنوں کی ناجائز مداخلت ہی ہے۔

امریکہ اور اسرائیل نوازی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج پاکستان ہر نوع کے بحرانوں کا مرکز و محور بنا ہوا ہے۔ کس کس بحران کا ذکر کیا جائے کہ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔

بجلی کا بحران، پٹرول کا بحران، گیس کا بحران، آٹے کا بحران، پانی کا بحران، سیاسی بحران، معاشی بحران، معاشرتی بحران، تفکر و تدبر کا بحران حتیٰ کہ شرافت و دیانت کا بحران۔

شدت حبس میں ہے موجِ صبا کا بحران
لے کے کس سمت چلا صدق و صفا کا بحران
کون سوچے گا بھلا کس کو ہے ادارک یہاں
وجہِ ذلت ہے فقط شوقِ وِلا کا بحران
آج ہر آنکھ میں غربت نے پیے خون کے اشک
کس قدر اوج پہ ہے جود و سخا کا بحران
منزلِ عشق کو اب کون ہو جادہ پیما
پا بہ زنجیر ہوا جھوٹی انا کا بحران

جھوٹی انا صاحبِ اقتدار حضرات کی رگ و ریشے میں خون کی طرح دوڑتی ہے۔ کرّ و فر، نمود و نمائش، نخوت، تکبر، غرور، وزراء کا طرّ ۂ امتیاز بن چکا ہے۔ جن کی زندگی کا نصب العین فقط ایک ہے کہ الیکشن پر رقم خرچ کرو، اور وزارت تک پہنچ کر غریبوں کا مال کھاؤ۔ امریکہ اور اسرائیل کی راہ میں آنکھیں بچھاؤ اور غریب عوام کو آنکھیں دکھاؤ۔ حرام کی کمائی سے محلات بناؤ، قرضے معاف کراؤ، ملک کا سرمایہ بیرون ملک بینکوں میں جمع کرا کے ملک کو کنگال بناؤ۔ ملک کی معیشت کو کمزور سے کمزور تر کرو کہ غربت میں ہی سیاسی و معاشی چودھراہٹ قائم رکھی جا سکتی ہے اگر ووٹرز خوشحال ہو جائیں تو پھر چودھراہٹ کا تصور تک باقی نہیں رہتا۔

اقتدار کا بھوکا یہ وزیر مع وزیراعظم یہ راگ الاپتا دکھائی دیتا ہے کہ عوام نے ہمیں پانچ سال تک کے لیے منڈیٹ دیا ہم پانچ سال پورے کریں گے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ عوام نے آپ کو کیا اس لیے ووٹ دیے تھے کہ آپ عوام کا جینا دوبھر کر دیں۔ ان کے منہ سے نوالہ چھین لیں، ان کے تن پر کپڑا نہ رہنے دیں، انھیں در بدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیں، ان کی معاشی حالت کو یوں ابتر کر دیں کہ وہ خودکشی اور خودسوزی تک آمادہ ہو جائیں۔ مان لیں کہ تمہارے اقتدار سے دو ہی تحفے اس قوم کو ملے ہیں...... مہنگائی اور کرپشن

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدرو ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں
چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیزرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہ بر کو میں

رہ گئی حزب اختلاف تو اس نام کی کوئی چیز ہمارے ملک میں سرے سے موجود نہیں ہے۔ ہماری حزب اقتدار اور ہمارے ملک کی حزب اختلاف ایک ہی کمپنی کی مصنوعات ہیں جنہیں امریکہ اور اسرائیل کے فکری کارخانوں میں تیار کیا